تذکرۃ الرشید

حصہ اول

بامتثال امر صاحبزادہ حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب ادام اللہ ظلہ

(وتکمیل ارشادات)

سید المحدثین حضرت مولانا المولوی محمود حسن صاحب دیوبندی وقدوۃ الافاضل حضرت
مولانا المولوی عبدالرحیم صاحب رائپوری وسند المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ادام اللہ ظلہ

(بندہ ضعیف)

عاشق الٰہی عفی عنہ نے جمع اور مرتب کیا اور حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب کو
من اولہ الی آخرہ الا البعض الحواشی ملاحظہ کرانیکے بعد بلالی سٹیم سادھورہ میں طبع کرایا

صرف ٹائیٹل امیر المطابع میرٹھ میں باہتمام اصغر حسین مالک و مہتمم چھپوایا

حضرت آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں امداد اللہ۔ میں یہ سنکر (چونکہ اخلاق حمیدہ سُن چکا اور دہلی میں پہلی مرتبہ اور تھانہ میں شب کے وقت دوسری دفعہ سرسری زیارت بھی کرچکا تھا گو صورت ذہن میں بیٹھی نہ تھی) اُسی وقت اُٹھا اور مصافحہ کیا۔ جیسا میں ادب اور تعظیم سے پیش آیا اُس سے زیادہ اعلیحضرت خلق و کرم اور تواضع و محبت سے ملے۔

امام ربّانی قدس سرّہ کی غالبًا اعلیحضرت سے تیسری ملاقات تھی اِس زمانہ میں اعلیحضرت جب گنگوہ بالقصد آتے یا نانوتہ جاتے ہوئے راستہ میں قیام فرماتے تو شہر میں مولوی سراج الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا کرتے جو حضرت امام ربّانی کے سمدھی یعنی آپکی صاحبزادی والدہ حافظ محمد یعقوب کے خُسر تھے۔ مولوی سراج الدین صاحب نہایت نیک اور متقی و پارسا شخص تھے جنکی یہ بات مشہور ہے کہ ابتدار ملازمت سے انتہا عمر تک کبھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا اور ہمیشہ نیک چلنی و میانہ روی کے ساتھ حلال کمائی سے گزران کی مولانا ممدوح کو حضرت امام ربّانی کے ساتھ نہایت درجہ محبّت تھی اور ہمیشہ سے عقیدت کے ساتھ ملا کرتے اور باوجود عمر میں بڑے ہونے کے حضرت قدس سرہ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا قدس سرّہ تعلّم سے فارغ ہونے کے بعد تعلیم و تدریس کے شایق ہوئے خالی بیٹھے آپ کا جی گھبراتا اور گو خود کتابیں دیکھتے یا تحریر میں مصروف رہتے تھے مگر جی چاہتا تھا پڑھانے کو اس لئے قدرت نے آپ کے پاس طالبعلم بھیجا اور آپ نے دروازہ تدریس کھولا۔ مولوی سید مومن علی صاحب ایک شخص نکوڑ کی تحصیل میں ملازم تھے اُنکو ابتدا ہی سے دینیات کی تحصیل اور عربی پڑھنے کا شوق تھا مگر زمانہ نے مہلت نہ دی اور ارادہ پورا نہ کرسکے اب جبکہ حضرت قدس سرہ کا دہلی سے فارغ ہوکر گنگوہ واپس آنا مشہور ہوا تو اُنکے دل میں پھر پُرانا دبا ہوا خیال اُبھرا اور وہ نوکری چھوڑ چھاڑ گنگوہ حضرت کی خدمت میں پہونچے۔ دونوں جانب حصول تمنا کا یہ غیبی سامان چونکہ دونوں کے لئے انعام خداوندی تھا اس لئے حضرت مولانا نے سبق شروع کرانے میں کچھ بھی تامل نہیں فرمایا اور مولوی مومن علی صاحب کو شرح جامی پڑھانے لگے۔

انہیں ایّام میں یہ اتفاق پیش آیا کہ کسی بحث میں مولانا شیخ محمد صاحب کی ایک تحریر حضرت کے پاس کسی شخص نے بھیجی جس میں مولانا شیخ محمد صاحب نے اسپر زور دیا تھا کہ روضہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ ایک قبر کے لئے چھوٹی ہوئی ہے اُس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہونگے اور یہ امر قطعی ہے اسکا منکر ایسا ہے اور ویسا ہے۔ حضرت مولانا نے اُسپر بجائے تصدیق و تصویب کے تحریر فرمادیا کہ سارا ثبوت باحادیث و

اخبار آحاد ہے اسلئے علم ظنی حاصل ہوگا قطعیت کا ثبوت دشوار ہے" حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے جو یہ تحریر گزری تو جوش غضب میں بیتاب ہوگئے کہ طفل مکتب نے میرا رد کرنا چاہا اسی حالت غیظ میں اپنے مطلب کی تائید میں ایک رسالہ کا رسالہ لکھ دیا اور حضرت مولانا کے پاس بھیجدیا۔ مولانا نے اُسکو اچھی طرح دیکھا مگر چونکہ سوائے اُن احادیث و آثار کے ذکر اور اسناد کی تفصیل کے جن میں یہ مضمون وارد ہے اور کچھ بھی نہ تھا حالانکہ مولانا خود ہی تحریر فرما چکے تھے کہ یہ احادیث اخبار آحاد ہیں۔ اسلئے مثبت علم ظنی ہیں پس اُس رسالہ کی پشت پر تحریر فرما دیا کہ "میں نے نہ احادیث کا انکار کیا نہ اسکا دعوی کہ یہ مضمون ثابت نہیں ہاں میں نے یہ لکھا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ اس بحث کی جملہ اخبار واردہ آحاد ہیں ان سے مضمون کی قطعیت کیونکر ثابت ہو جائیگی جو میرا شبہہ ہے اُسکا رسالہ میں جواب نہیں اور جو احادیث مذکور ہیں اُن کا میں منکر نہیں اس کے بعد یہ شعر تھا ؎

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے کہ جو گھٹنوں کے بل چلے

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب اپنے زمانہ کے بزرگ و صالح شخص اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کے پیر بھائی میانجی صاحب طاب اللہ ثراہ کے خلیفہ مجاز تھے مگر علم کا غلبہ تھا اور علم کے لئے تفقہ لازم نہیں غلطی و خطا سے معصومیت ضروری نہیں اسلئے حقیقت میں اس مسئلہ کے اندر چُوکے اور لغزش کھائی ادھر حضرت مولانا قدس سرہ ذکی الطبع فطین۔ فارغ التحصیل اور علامہ ہونے کے علاوہ صاف گو تحریر و تقریر میں بیباک جوان طبیعت تازہ علم اور سب پر طرّہ یہ کہ حق بات کے اندر مناظرہ و مباحثہ میں دلیر اور نڈر اسلئے آپ کا قلم نہ رکا اور جو لکھنا تھا صاف صاف لکھدیا حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ اصل مسئلہ کا تو جواب چونکہ حق کے خلاف تھا اسلئے نہ دیسکے مگر مولانا کا لکھا ہوا شعر چونکہ زیادہ ناگوار گزرا اسلئے خفا ہوئے اور جو کچھ زبان پر آیا کہا چند جگہہ پر شکایت بھی کی کہ "میرے سامنے کا پیدا ہوا بچہ مجھے طفل لکھتا ہے" حضرت امام ربّانی قدس سرہ نے مولانا کی یہ تقریر سُنکر جواب دیا بھی کہ میں نے آپکو طفل نہیں لکھا بلکہ اپنے آپکو لکھا ہے آپکی تو شعر میں تعریف ہے کہ شہسوار ہیں جن سے لغزش ہوگئی گستاخی کا الزام تو مجھپر عاید نہیں ہاں اصل مسئلہ میں آپکے ساتھ میں موافق نہیں ہوا پھر آپ جو کچھ بھی فرماویں وہ سر آنکھوں پر" لیکن مولانا شیخ محمد صاحب کا دل میں بیٹھا ہوا غصہ رفع نہوا آخر حضرت امام ربانی کا ابتدائی عالمانہ جوش اور وہ مولویانہ علمی زور جسکو حمیت دین کہئے یا اصلاح النفس کا مقدمہ اسکا محرک ہوا کہ آپ خود تھانہ جائیں اور مسئلہ کی زبانی تقریر سے فیصلہ فرمادیں